# اصولِ فقہ کی پہلی تالیف

حافظ عبداللہ*

اب اس بات میں کسی کلام کی گنجائش نہیں کہ صحابہ کرامؓ و تابعین اور پھر آئمہ مجتہدین کے پیش نظر نصوص سے استنباط اور نئے مسائل کا حل تلاش کرنے کے دوران باقاعدہ قواعد وضوابط ہوتے تھے جن کو وہ پیش نظر رکھتے تھے۔ لہذا فقہ کے اصول و قواعد کی موجودگی اور دوران استنباط واستخراج ان کا استعمال یقینی اور قطعی ہے۔ البتہ تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اصول فقہ کے موضوع پر سب سے پہلے باقاعدہ کس نے کتاب تالیف کی؟ اگرچہ اس بات کا قطعی اور یقینی طور پر تعین کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کہ کسی علم میں اولین تالیف کا شرف کس کو حاصل ہوا جبکہ علوم کی تدوین و ترتیب اور تصنیف و تالیف اپنے ابتدائی مراحل میں ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ ابتدائی تالیفات و تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ زمانہ کے دست برد سے محفوظ بھی نہ رہا ہو۔ دور حاضر کے ایک معروف محقق ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان نے بجا لکھا ہے:

> ”قوموں میں علوم کا ظہور اچانک نہیں ہوتا، بلکہ وہ غور وخوض اور گہری فکر کے ایک زمانہ سے گزرتے ہیں یہاں تک کہ ان کے معانی روشن ہو جاتے ہیں، ذہنوں میں ان کی حدود واضح ہو جاتی ہیں اور ان کی تدوین کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی نمو اور نکھار میں قانون تطور و تدریج سے گزرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (کسی علم کی) ابتدا اور اس (علم کی) زمام تھامنے والے اولین افراد کا تعین مشکل ہوتا ہے۔ یہی معاملہ علم اصول فقہ میں پہلی تالیف (کے تعین) کے بارے میں بھی ہے۔ مختلف اہل مذاہب کے مابین (اصول فقہ میں) پہلی تالیف کے بارے میں اختلاف ہے، باوجود یہ کہ بعض (اہل مذہب) کا دعویٰ اس مسئلہ پر اجماع کا ہے۔“(۱)

دورِ تدوین میں فقہی مکاتب فکر کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مختلف بلاد اسلامیہ میں متعدد ائمہ مجتہدین، اجتہاد واستنباط کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔ علامہ ابن حزم تحریر کرتے ہیں:

> ”ثم أتى بعد التابعين فقهاء الامصار: كأبي حنيفة، وسفيان، و ابن أبي ليلى بالكوفة، وابن جريج بمكة، ومالك وابن الماجشون بالمدينة، وعثمان البتي وسوار بالبصرة، والأوزاعي بالشام، و الليث بمصر، فجروا على تلك الطريقة من أخذ كل واحد منهم عن التابعين من أهل بلده فيما كان عندهم، واجتهادهم فيما لم يجدوا عندهم، وهو موجود عند غيرهم، ولا يكلف الله نفسا الا وسعها.“(۲)

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان

''پھر تابعین کے بعد مختلف علاقوں میں فقہاء ہوئے، جیسا کہ ابوحنیفہ وسفیان، ابن أبی لیلیٰ کوفہ میں، ابن جریج مکہ میں، مالک اور ابن ماجشون مدینہ میں اور عثمان البتی اور سوار بصرہ میں، اوزاعی شام میں، لیث مصر میں۔ پس ان (فقہاء) نے اپنے اپنے شہر میں موجود تابعین سے جو کچھ ان کے پاس تھا، اسے اخذ کیا اور جو کچھ ان کے پاس نہیں تھا اس کے بارے میں اجتہاد کیا، اگرچہ (یہ اجتہادات) دوسرے (شہر کے) لوگوں کے پاس موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو اسی کا مکلّف کیا ہے جو اس کے بس میں ہے۔''

ان میں دو مکاتب فکر ایسے ہیں جن کا منہج زیادہ مقبول ہوا۔ ایک حجاز کا مکتبہ فکر جس کی امامت امام مالکؒ فرما رہے تھے اور اس کی بنیاد حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عباسؓ کے فتاویٰ اور احکام پر قائم ہوئی اور دوسرا عراقی مکتبہ فکر تھا جس کی امامت امام ابوحنیفہؒ فرما رہے تھے اور اس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علیؓ، قاضی شریحؒ اور پھر ان کے تلامذہ علقمہؒ، ابراہیم نخعیؒ اور حمادؒ کے فتاویٰ اور احکام پر قائم تھی۔

لیکن ان دونوں مکاتب فکر میں سے عراقی مکتبہ فکر کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ اس کے قائد امام ابوحنیفہؒ نے فقہ کی تدوین کے لیے باقاعدہ مجلس تشکیل دی جس کے لیے آپ نے اپنے تلامذہ میں سے چالیس ایسے افراد کا انتخاب فرمایا جو خاص خاص فنون میں، جو تدوین وتکمیل فقہ کے لیے ضروری تھے، استاذ زمانہ تسلیم کیے جاتے تھے، مثلاً یحییٰ بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، قاضی ابو یوسف وغیرہ حدیث وآثار میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ امام زفر قوت استنباط میں مشہور تھے۔ قاسم بن معن اور امام محمد کو ادب اور عربیت میں کمال حاصل تھا۔

علامہ زاہد الکوثری تحریر کرتے ہیں:

**''و كان أجلى مميزات مذهب أبي حنيفة، أنه مذهب شوری، تلقته جماعة عن جماعة الى الصحابةؓ بخلاف سائر المذاهب، فانها مجموعة آراء لأئمتها''(۳)**

''مسلک امام ابوحنیفہؒ کے اہم امتیازات میں سے یہ ہے کہ یہ مسلک شورائی ہے، اسے ایک جماعت نے دوسری جماعت سے حاصل کیا اور یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ تک ہے، اس کے برعکس دیگر مسالک ان کے ائمہ کی آراء کا مجموعہ ہیں۔''

علامہ کوثری آگے تحریر کرتے ہیں:

''مغیرہ بن حمزہؒ کا بیان ہے کہ ابوحنیفہؒ کے اصحاب جنہوں نے ان کے ساتھ کتب کی تدوین کی، چالیس افراد تھے جو کہ (علم ومرتبہ میں) بڑوں کے (بھی) بڑے تھے۔ اسد بن الفرات نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب جنہوں نے

ان کے ساتھ کتب کی تدوین کی، چالیس افراد تھے۔ ان میں سے ابتدائی دس افراد میں یہ حضرات شامل تھے۔ زفر بن ہذیلؒ، داؤد طائیؒ، اسد بن عمروؒ، یوسف بن خالد السمتیؒ (امام شافعیؒ کے مشائخ میں سے ایک) یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (جو ان کے لیے تیس سال تک کتابت کرتے رہے)۔ مجھے اسد بن عمرؒ نے بتایا کہ وہ حضرات کسی سوال کے جواب میں امام ابوحنیفہؒ کی موجودگی میں مختلف آراء دیا کرتے تھے۔ ایک کا جواب کچھ ہوتا تو دوسرے کا جواب کچھ اور۔ پھر وہ مسئلہ کو امام ابوحنیفہؒ کے سامنے پیش کرتے اور ان سے پوچھتے۔ پس وہ ایسا جواب دیتے جو کہ جامع ہوتا یعنی اقرب (الی الصواب)۔ اور کسی مسئلے کے حل کے لیے تین دن تک بحث و گفتگو ہوتی رہتی، پھر وہ اسے دیوان میں لکھ دیتے۔ (۳) الف

فقہ حنفی کے طریقہ تدوین سے متعلق علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا تھا، اگر اس کے جواب میں سب لوگ متفق الرائے ہوتے تو اسی وقت قلم بند کر لیا جاتا اور نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں۔ کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی، امام صاحب بہت غور اور تحمل کے ساتھ سب کی تقریریں سنتے اور بالآخر ایسا جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ امام صاحب کے فیصلے کے بعد بھی لوگ اپنی اپنی آراء پر قائم رہتے، اس وقت وہ سب مختلف اقوال قلم بند کر لیے جاتے، اس کا التزام تھا کہ جب تک تمام شرکائے جلسہ جمع نہ ہو لیں کسی مسئلہ کو طے نہ کیا جائے۔'' (۴)

علامہ کوثری رقم کرتے ہیں:

**''قال اسحاق بن ابراهيم: كان أصحاب أبي حنيفه يخوضون معه في المسألة، فاذا لم يحضر عافية بن يزيد القاضي قال أبو حنيفه: لا ترفعوا المسألة حتي يحضر عافية، فاذا حضر عافية و وافقهم قال ابو حنيفة: أثبتوها، وان لم يوافقهم، قال أبو حنيفه: لا تثبتوها.''**

''اسحٰق بن ابراہیم کا قول ہے: امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب ان کے ساتھ کسی مسئلہ پر غور وخوض کرتے تھے۔ پس اگر عافیہ بن یزید القاضی موجود نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے: اس مسئلہ کو اس وقت تک نہ اٹھایا جائے جب تک عافیہ موجود نہ ہوں۔ جب عافیہ موجود ہوتے اور ان کی موافقت کرتے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے اس (مسئلہ کو) ضبط تحریر میں لے آؤ اور اگر وہ موافقت نہ کرتے تو امام ابوحنیفہؒ فرماتے اسے مت تحریر کرو۔''

"يقول زفر: كنا نختلف الى أبي حنيفة ومعنا أبو يوسف و محمد بن الحسن، فكنا نكتب عنه، قال زفر، فقال يوما ابو حنيفة لأبي يوسف: ويحك يا يعقوب، لا تكتب كل ما تسمع مني، فاني قد أرى الراى اليوم وأتركه في غده أنظر كيف كان ينهى أصحابه عن تدوين المسائل، اذا تعجل احدهم بكتابتها قبل تمحيصها كما يجب." (۵)

''زفرؒ فرماتے ہیں: ہم امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ ہمارے ساتھ ابو یوسف اور محمد بن حسن ہوتے۔ ہم ان کے اقوال لکھتے تھے۔ ایک دن امام ابوحنیفہؒ نے امام ابو یوسفؒ سے فرمایا۔ اے یعقوب، تمہارا بھلا ہو۔ جو کچھ مجھ سے سنتے ہو اسے نہ لکھ لیا کرو۔ میں آج ایک رائے قائم کرتا ہوں کل اسے چھوڑ دوں گا۔ کل ایک رائے رکھوں گا، پرسوں اسے چھوڑ دوں گا۔ دیکھیے کہ امام ابو حنیفہؒ اپنے ساتھیوں کو، جب وہ بحث و تمحیص کے بغیر مسائل لکھنے میں جلدی کرتے تو انہیں تدوین مسائل سے کیسے منع کرتے تھے۔''

علامہ کوثری الموفق المکی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

"انه وضع أبو حنيفة مذهبه شورى بينهم لم يستبد فيه بنفسه دونهم اجتهادا منه في الدين ومبالغه في النصيحة لله و رسوله والمؤمنين، فكان يلقي المسائل مسألة ومسألة و يسمع ما عندهم ويقول ما عنده و يناظرهم شهرا أو اكثر حتى يستقر أحد الأقوال فيها، ثم يثبتها أبو يوسف في الأصول حتى اثبت الأصول كلها، وهذا يكون أولى وأصوب، والى الحق أقرب، والقلوب اليه أسكن وبه أطيب، من مذهب من انفرد فوضع مذهبه بنفسه، ويرجع فيه الى رأية." (٦)

''امام ابوحنیفہؒ نے اپنا مسلک باہمی مشاورت کی بنیاد پر وضع کیا۔ انہوں ے خود کو برتر نہیں سمجھا اور اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط نہیں کیا۔ دین کے معاملے میں ان کی طرف سے اس کی پوری کوشش ہوئی۔ ایسا انہوں نے اللہ، اس کے رسول اور مومنین سے خیر خواہی کے جذبے سے کیا۔ وہ ایک ایک مسئلہ پیش کرتے تھے اور (اپنے اصحاب سے) جو ان کے پاس ہوتے ان کے خیالات سنتے اور اپنی بات سناتے۔ اس طرح باہم ایک ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ مباحثہ چلتا رہتا یہاں تک کہ کسی ایک قول پر استقرار ہو جاتا، پھر امام ابو یوسف

اسے کتاب الاصول میں تحریر کرنے ۔ یہاں تک تمام اصول کا انضباط عمل میں آ گیا۔ اس لیے مسلک امام ابو حنیفہ اولی، قرین صواب، حق کے زیادہ قریب، قلوب کے لیے باعث اطمینان اور پاکیزہ ترین ہے، اس مسلک کے مقابلہ میں جس کو (اس کے بانی نے) انفرادی طور پر وضع کیا اور (مسلک) کا مرجع اسکے (بانی) کی رائے ہے۔''

اسی طرح ایک مسئلہ کی متعدد صورتیں زیر بحث لائی جاتیں اور خوب بحث وتمحیص کے بعد اسے تحریر کیا جاتا۔ علامہ کوثری رقم کرتے ہیں:

اور امام ابو حنیفہؒ کا اپنے ساتھیوں کو فقہ سکھانے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے مسائل پر متعلق گفتگو کرتے ہوئے کسی مسئلہ پر ایک رائے پیش کرتے اور اس کی تائید میں ان کے پاس جو دلائل و براہین ہوتے انہیں پیش کرتے۔ پھر اپنے ساتھیوں سے پوچھتے کہ کیا ان کے پاس اس (رائے) کے معارضہ میں کچھ (دلائل) ہیں۔ پس جب انہیں اپنی رائے کو تسلیم کرتا ہوا پاتے تو خود ہی جو کچھ انہوں نے پہلے کہا اور پھر رد کرنا شروع کرتے، یہاں تک کہ سامعین ان کی دوسری رائے کے درست ہونے کے قائل ہو جاتے تو ان سے اپنی اس نئی رائے کے بارے میں ان کی رائے طلب کرتے۔ پھر جب دیکھتے کہ ان کے پاس کوئی بات نہیں تو تیسری رائے سامنے لاتے۔ پھر سب کا رجحان اس تیسری رائے کی طرف ہو جاتا۔ آخر میں ان میں سے ایک رائے کو جو کہ صائب ہوتی، واضح دلائل سے محکم کرتے۔ یہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا امتیازی طریقہ تفقہ ہے۔''(۷)

اس مجلس تدوین فقہ نے، جس میں محدثین، فقہاء، لغت و عربیت کے ائمہ اور استنباط و اجتہاد کے ماہرین شریک تھے جو مسئلہ تحریر کرنے سے پہلے خوب غور وفکر، بحث ونظر اور نقد جرح کرتے تھے، عرصہ تیس سال میں اپنا کام مکمل کیا۔ اس مجلس کی مذکورہ ہیئت اور طریقہ کار اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ اس میں نہ صرف فروع اور جزئیات فقہ کو زیر بحث لایا جاتا ہوگا، بلکہ استنباط کے اصول وقواعد کی روشنی میں ان پر بحث ہوتی ہوگی اور خود استنباط کے اصول وقواعد کی بھی تنقیح وترتیب کا کام ہوتا ہوگا۔ اس کے ساتھ اگر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ عراق کا یہ مکتب فکر قیاس و رائے کو استعمال کرنے کے لحاظ سے مشہور بھی تھا تو کچھ تعجب نہیں کہ خود اس مکتب فکر کے امام حضرت ابو حنیفہؒ نے قیاس اور استنباط کے اصول و قواعد سے متعلق کتاب تصنیف فرمائی ہو یا املا کروائی ہو۔ جیسا کہ علامہ کوثریؒ تحریر کرتے ہیں:

'' ومما يذكر في مؤلفات الاقدمين من كتب ابى حنيفة كتاب الرأى ذكره ابن ابى العوام.''(۸)

''قدماء کی تالیفات کے ضمن میں امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں میں سے کتاب الرأی کا تذکرہ ملتا ہے۔ اسے ابن ابی العوام نے ذکر کیا ہے۔''

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جمع وتدین کے اولین دور کے سب سے بڑے مصنف امام ابوحنیفہ تھے۔ ان کا کوئی معاصر اس میں ان کا ہم سر نہیں۔

ابن حجر مکیؒ رقم طراز ہیں:

**"لم يظهر لا حد من ائمة الاسلام المشهور ين مثل ما ظهر لابی حنيفة من الاصحاب والتلاميذ ولم ينتفع العلماء وجميع الناس بمثل ما انتفعوا به وباصحابه في تفسير الاحاديث المشتبهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضاء والاحكام، جزاهم الله خيرا، وقد ذكر منهم بعض متأخری المحدثين في ترجمته نحوا الثمانمائة مع ضبط أسمائهم ونسبهم بما يطول ذكره."(۹)**

''امام ابوحنیفہؒ کے جتنے اصحاب وتلامذہ مشہور ہوئے، اتنے ائمہ اسلام میں سے کسی کے بھی نہیں ہوئے۔ اسی طرح علماء اور دیگر حضرات احادیث مشتبہ، مسائل مستنبط، نوازل، قضاء اور احکام کے اس سلسلے میں جتنا فائدہ ان سے اور ان کے اصحاب سے اٹھایا اتنا کسی اور سے نہیں اٹھایا۔ اللہ انہیں بہترین جزا عطا کرے۔ بعض متأخرین محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی سوانح میں نام ونسب کے ساتھ ان کے آٹھ سو اصحاب اور تلامذہ کا تذکرہ کیا ہے، اس کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔''

علامہ کوثری نے مذہب حنفی کے پھیلاؤ کی اصلی وجہ اس اجماعی طریقہ تدوین کو قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے اصحاب سے اپنی رائے کے قبول پر اصرار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں آمادہ کرتے تھے کہ اپنی آراء پیش کریں۔ یہاں تک کہ ان کے سامنے مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا، پس وہ بات قبول کر لیتے جو دلیل سے واضح ہو جاتی تھی اور اسے چھوڑ دیتے جو دلیل سے رد ہو جاتی۔ وہ فرماتے تھے: ''کسی شخص کے لیے درست نہیں کہ ہماری رائے کے مطابق رائے اختیار کرے جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے یہ قول کیسے اختیار کیا۔''(۱۰)

اس دور میں نہ صرف امام ابوحنیفہؒ کی کتب متداول و مروج ہوئیں، بلکہ بڑے بڑے ائمہ ان سے استفادہ کرتے تھے۔

امام مالکؒ نے خالد بن مخلد قطوانی کو خط لکھ کر ابوحنیفہؒ کی کتابیں طلب کیں اور انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔(۱۱)

عبدالعزیز الدراوردی سے روایت ہے:

"أن مالكا كان ينظر في كتب أبي حنيفة وينتفع بها." (۱۲)

"امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ کی کتب دیکھا کرتے تھے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔"

امام شافعیؒ تحریر کرتے ہیں:

"من لم ينظر في كتب ابي حنيفة لم يتبحر في الفقه." (۱۳)

"جس نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں نہیں دیکھیں، اس نے فقہ میں عبور حاصل نہیں کیا۔"

زائدہ بن قدامہ نے ایک مرتبہ سفیان ثوریؒ کے سرہانے ایک کتاب پائی جس کو وہ دیکھا کرتے تھے، انہوں نے ان سے اس کو دیکھنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دے دی، اس کے بعد زائدہ بن قدامہ کہتے ہیں:

"فاذا كتاب الرهن لابي حنيفة، فقلت له تنظر في كتبه؟ فقال: وددت انها كلها عندي مجتمعة انظر فيها، فما بقي في شرح العلم غاية، ولكن ما ننصفه". (۱۴)

"وہ امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الرہن تھی، میں نے کہا کیا آپ ان کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ فرمایا میں تو چاہتا ہوں کہ ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوں اور میں ان کو دیکھتا ہوں۔ انہوں نے علم کی شرح میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر ہم ان سے انصاف کا معاملہ نہیں کرتے۔"

عبداللہ بن داؤد واسطی کا قول ہے:

"من اراد ان يخرج من ذل العمى و الجهل ويجد لذة الفقه فلينظر في كتب ابي حنيفة." (۱۵)

"جو چاہتا ہے کہ اندھے پن اور جہالت کی ذلت سے نکلے اور فقہ کی لذت پائے تو وہ امام ابوحنیفہؒ کی کتب کا مطالعہ کرے۔"

خطیب بغدادیؒ سجادۃ راوی کا بیان نقل تحریر کرتے ہیں:

"دخلت أنا و ابو مسلم المستملي على يزيد بن هارون، وهو نازل ببغداد على منصور بن المهدي. فصعدنا الى غرفة هو فيها فقال له أبو مسلم: ما تقول يا أبا خالد في أبي حنيفة والنظر في كتبه؟ قال: انظروا فيها ان كنتم تريدون أن تفقهوا فاني مارايت احدا من الفقهاء يكره النظر في قوله." (۱۶)

''میں اور ابو مسلم المستملی زید بن ہارون کے پاس گئے، وہ منصور بن المہدی کے پاس بغداد میں مہمان تھے۔ ہم سیڑھیاں چڑھ کر اس کمرے میں پہنچے جس میں وہ تشریف فرما تھے۔ ابو مسلم نے ان سے کہا ''اے ابو خالد، آپ امام ابو حنیفہؒ اور ان کی کتب کے مطالعہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا اگر چاہتے ہو کہ تم میں تفقہ پیدا ہو تو ان کی کتابیں دیکھو۔ میں نے تو فقہاء میں سے کسی کو ان کے اقوال کے مطالعہ کو ناپسند کرتا نہیں دیکھا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ نہ صرف دور اول کے کثیر التصانیف مصنف تھے، بلکہ ان کی کتب اس قدر بلند پایہ تھیں کہ اس دور کے تمام اکابر ائمہ فقہ و اجتہاد ان سے استفادہ کرتے تھے۔ امام صاحب کی کتب کے ساتھ یہ اعتناء اور شغف صدیوں تک رہا ہے۔

قاضی اطہر مبارکپوریؒ رقم طراز ہیں:

''امام صاحب کی کتابوں کے ساتھ اعتناء وشغف کا یہ حال تھا کہ پانچویں صدی کے ایک عالم کو زبانی یاد تھیں، اور ان کا دعویٰ تھا کہ اگر دنیا سے یہ کتابیں ناپید ہو جائیں تو میں ان کو اپنی یادداشت سے لکھوا سکتا ہوں۔ سمعانی نے قاضی ابو عاصم محمد بن احمد عامری مروزی م-۴۱۵ھ کا قول کیا ہے:

''لو نفدت كتب ابى حنيفة لأمليتها من نفسي.''

''یعنی اگر امام ابو حنیفہؒ کی کتابیں مٹ جائیں تو میں اپنی یادداشت سے املا کروادوں۔'' (۱۷)

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس دور کے فقہاء و محدثین کے تلامذہ نے اپنے اساتذہ وشیوخ کی کتابوں کو ضبط کر کے روایت کیا جس کی وجہ سے ان کی کتابوں کا شمار تلامذہ کی تصانیف میں ہونے لگا۔ جیسا کہ اب کتاب الآثار امام ابو یوسف اور کتاب الآثار امام محمد کے متعلق محقق ہو چکا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کی تصنیف ہے جس کو آپ سے آپ کے تلامذہ نے روایت کیا۔

امام ابو یوسفؒ کے تذکرے میں، ابن خلکانؒ، امام شافعیؒ اور ابن العماد الحنبلیؒ نے لکھا ہے:

''و اول من وضع الكتب في اصول الفقه على مذهب أبي حنيفة و أملى المسائل ونشرها، وبث علم أبي حنيفة في أقطار الارض.'' (۱۸)

''انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مسلک پر اصول فقہ میں سب سے پہلے کتب تصنیف کیں۔ مسائل املا کروائے اور ان کی اشاعت کی اور امام ابو حنیفہؒ کا علم ہر گوشۂ زمین میں پھیلایا۔''

ابن ندیم نے امام ابو حنیفہؒ کے دوسرے شاگرد امام محمدؒ کے تذکرہ میں ان کی کتب کی فہرست میں کتاب اجتہاد

الرای، کتاب الاستحسان اور کتاب اصول الفقہ کا ذکر کیا ہے۔

ان تفصیلات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس تدوین فقہ میں اصول فقہ واضح اور منقح ہو چکے تھے بلکہ فقہ کی تدوین کے ساتھ ساتھ اصول فقہ کی باقاعدہ تدوین اور اس کی کتب تصنیف کرنے کا شرف بھی امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ ہی کو حاصل ہوا ہے۔

علامہ ابوالوفا الافغانی نے بالکل بجا لکھا ہے:

"وأما أول من صنف في علم الاصول، فيما نعلم، فهو امام الائمة، و سراج الامة ابو حنيفة النعمان رضى الله عنه حيث بين طرق الاستنباط في (كتاب الراى) له، و تلاه صاحباه القاضى، الامام أبو يوسف يعقوب بن ابراهيم الأنصارى، والا مام الربانى محمد بن الحسن الشيبانى رحمهما الله."(١٩)

"اور جس شخص نے علم اصول (فقہ) میں سب سے پہلے کتاب تصنیف کی ہمارے علم کے مطابق وہ امام الائمہ، سراج الامۃ امام ابوحنیفہؒ النعمان ہیں، انہوں نے اپنی کتاب الرائے میں استنباط کے طریقوں کو بیان کیا ہے۔ ان کے بعد اصول فقہ میں کتابیں تصنیف کرنے والوں میں ان کے صاحبین امام ابو یوسف، ابراہیم انصاری اور امام ربانی محمد بن حسن الشیبانیؒ کا نام آتا ہے۔"

ان حقائق کی روشنی میں شاہ ولی اللہ محدثؒ کی جلالت شان اور عظمت مقام کے باوجود ان کی اس بات سے اتفاق کرنا مشکل ہے۔

"أنى وجدت بعضهم بزعم أن بناء الخلاف بين أبى حنيفة والشافعى على هذه الأصول المذكورة فى كتاب البزدوى و نحوه، وانما الحق أن اكثرها اصول مخرجة على قولهم وعندى ان المسألة القائلة بأن الخاص مبين ولا يلحقه البيان، وأن الزيادة نسخ وأن العام قطعى كالخاص، وأن لا ترجيح بكثرة الرواة وأنه لا يجب العمل بحديث غير الفقيه اذا انسد باب الرأى، وأن لا عبرة بمفهوم الشرط والوصف اصلا وان موجب الأمر هو الوجوب البتة، وأمثال ذلك اصول مخرجة على كلام الأئمة، وانه لا تصح بها رواية عن أبى حنيفة وصاحبيه."(٢٠)

بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان بنائے اختلاف وہ اصول ہیں جو بزدوی کی کتاب وغیرہ میں مذکورہ ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ ان میں سے بیش تر اصول بعد میں ان ائمہ کے اقوال سے مستنبط کیے گئے ہیں۔ میرے نزدیک بہت سے اصول، مثلاً خاص مبین ہے، زیادتی نسخ ہے، عام خاص کے مثل قطعی ہے کوئی روایت کثرۃ رواۃ کی بنا پر قابل ترجیح نہیں ہے، غیر فقیہ کی حدیث پر عمل ضروری نہیں اگر اس سے رائے کا دروازہ بند ہو جائے، شرط اور وصف کے مفہوم کا اعتبار نہیں، امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے، وغیرہ۔ یہ تمام اصول ائمہ کے کلام سے بعد میں مستنبط کیے گئے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحبین نے ان کا استنباط کیا ہے، یہ ثابت نہیں ہے۔''

علامہ زاہد الکوثریؒ کا اس پر یہ محاکمہ گو سخت ہے، لیکن دلائل پر مبنی اور قابل توجہ ہے۔

''مسلک حنفی کے اصول کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ متاخرین کے وضع کردہ ہیں۔ انہوں نے خبر احاد سے نص پر زیادتی کو اسی صنف میں شامل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے خود انہی کی بات کی تردید ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (اس معاملہ میں ) ان کا مبلغ علم قلیل ہے، ان کی معلومات کا دائرہ تنگ ہے اور وہ متقدمین کی کتب سے جن میں کثرت سے مسلک حنفی کے اصول، ائمہ قدما سے نقل کیے گئے ہیں، بے خبر ہیں۔ کیا ان کو عیسیٰ بن ابان کی کتاب الحجج الکبیر یا الصغیر، ابوبکر رازی کی الفصول فی الاصول اور القانی کی شامل، کتب ظاہر الروایہ کی شروح کی کچھ خبر نہیں۔ ان کتب میں کثرت سے مسلک حنفی کے اصول ائمہ سے منقول ہیں۔''(۲۱)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام مالک بن انسؒ نے بھی اصول فقہ پر کلام فرمایا۔ اس پر ان کی مشہور تالیف موطا شاہد ہے جس میں ان قواعد و اصول کی طرف اشارہ ملتا ہے جو دوران اجتہاد و استنباط ان کے پیش نظر ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کی وہ مکاتبت بھی جو فقیہ مصر حضرت لیث بن سعدؒ سے ہوئی، بطور مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ لیکن آپ نے استنباط کے اصول و قواعد کو کسی مستقل کتاب کی صورت میں مدون فرمایا ہو، اس کا سراغ نہیں ملتا۔

ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان تحریر کرتے ہیں:

''مالکیہ کی رائے ہے کہ امام مالکؒ نے سب سے پہلے اصول فقہ اور غریب الحدیث میں کلام کیا اور اپنی موطا میں کثرت سے ان کو بیان کیا ہے۔ لیکن مالکیہ، امام مالکؒ کی اصول فقہ میں مستقل تالیف کا دعویٰ نہیں کرتے۔ بے شک وہ اولین لوگوں میں ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں سب سے پہلے کلام کیا۔ ہم نے ان کی لیث بن سعد سے مکاتبت کا ذکر پہلے کیا ہے۔ جو کہ اصول (فقہ) کی تدوین کے آغاز (کے) نمونہ (کے طور پر پیش کی جا سکتی) ہے۔''(۲۲)

حاصل بحث یہ کہ جس طرح فقہ کی باقاعدہ تدوین کا آغاز حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ نے کیا، اسی طرح اصول فقہ یعنی استنباط و استخراج کے میدان میں بھی باقاعدہ تصنیف و تالیف میں اولیت کا شرف حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ امام ابو یوسف و امام محمد کو حاصل ہے۔

# حواشی وحوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان، الفکر الاصولی، دار الشروق، جدہ، طبع دوم، ۱۹۸۴ء، ص ۶۰

۲۔ ابن حزم اندلسی، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الحدیث بجوار ادارہ ال ازہر، مصر، ۱۹۸۴ء، (۱۱)۲۳/۷

۳۔ الکوثری، علامہ، زاہد، فقہ اہل العراق وحدیثہم، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۱ھ، ص ۵۵

۳الف۔ حوالہ سابق

۴۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النعمان، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، س ن، ص ۲۲۷

۵۔ فقہ اہل العراق وحدیثہم، ص ۵۶،۵۵

۶۔ الکوثری، علامہ زاہد، حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابو یوسف القاضی، ایچ ایم سعید کمپنی، طبع دوم، ۱۴۰۳ھ، ص ۱۳

۷۔ ایضاً

۸۔ ایضاً، بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن حسن الشیبانی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۰ھ، ص ۱۸

۹۔ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۱ھ، ص ۲۳،۲۴

۱۰۔ فقہ اہل العراق وحدیثہم، ص ۵۶، ۵۷

۱۱۔ یسالہ ان یحمل الیہ شیا من کتب ابی حنیفۃ ففعل، الدمشقی، محمد یوسف صالح، عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۰ھ، ص ۱۸۶

۱۲۔ بلوغ الامانی، ص ۱۸

۱۳۔ مجلہ برہان، ج ۱۰۰، شمارہ ۵، ص ۱۷، بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۸۱

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۸، ۱۹، بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ، ص ۷۸

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، مکتبہ العربیہ بغداد، ۱۹۳۱ء، ۳۴۲/۱۳

۱۷۔ مجلہ برہان، ج ۱۰۰، ش ۵، ص ۲۵، ۲۶

۱۸۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان وابناء الزمان، دار الثقافہ، بیروت، ۱۳۲۲ھ، ۳۸۲/۶؛ شذرات الذہب، ۳۰۱/۱

۱۹۔ امام بزدوی، اصول السرخسی، تحقیق، ابو الوفا الافغانی، دار المعارف النعمانیہ، طبع اول، ۱۹۸۱ء، ص ۳

۲۰۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، دار التراث، قاہرہ، طبع اول، ۱۳۵۵ھ، ۱۶۰/۱

۲۱۔ حسن التقاضی، ص ۹۸

۲۲۔ ڈاکٹر عبدالوہاب ابوسلیمان، الفکر الاصولی، ص ۶۲